سورۃالفاتحہ

(الفاظ کا مفہوم)

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

اسم:

(سمو) بمعنی کسی چیز کا نام رکھنا، سمو بمعنی بلندی۔ اور اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے اس چیز کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کا ذکر بلند ہوتا ہے (مف) (جمع اسماء) ارشاد باری ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِکَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـئُوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (سورۃ البقرۃ آیت 31)

اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔[1]

اللہ:

دراصل الالہ ہے بمعنی معبود حقیقی۔ الہ کا پہلا ہمزہ حذف کر کے اس پر تعریف کا الف لام داخل کر کے اللہ کا لفظ بنا ہے۔ یہی توجیہ سب سے بہتر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں انسان کے لیے نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے اور وہی پرستش و نیاز کے لائق ہے جیسے فرمایا:

وَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ (سورۃ البقرۃ آیت 163)

اور لوگو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس بڑے مہربان اور رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اور دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اۚلۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ (سورۃ البقرۃ آیت 255)

خدا وہ معبود برحق ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہے۔

اور لفظ الہ پر یا (حرف ندا) داخل نہیں ہوتا بلکہ اللھمّ (بمعنی اے اللہ) آتا ہے جیسے فرمایا:

(1) مترادفات القرآن صفحہ 841

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ آل عمران آیت 26)

کہو کہ اے اللہ اے بادشاہی کے مالک تو جسکو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔[2]

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ دونوں الفاظ رحم سے اسم مبالغہ کے صیغے ہیں بمعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا اور رحم میں رقت، لطف اور رافت تین باتیں پائی جاتی ہیں (م ل) لفظ رحمان میں زیادہ مبالغہ ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں رحم کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے رحمن بمعنی اپنی تمام مخلوق پر (خواہ کافر و مشرک یا انسان کے علاوہ دوسرے جاندار یا اشیا ہی کیوں نہ ہوں) یکساں عنایت کرنے والا۔ اور اس سے مراد خدا کی ایسی عنایات ہیں جن سے ساری مخلوق یکساں بہرہ اندوز ہوتی ہے جیسے سورج، چاند، تارے، ہوا، روشنی، پانی، زمین اور اس کی قوت روئیدگی وغیرہ۔ اور یہ تمام عنایت صرف اللہ تعالی ہی سے متعلق ہے۔ لہذا رحمان صرف اللہ تعالی ہے دوسرا کوئی انسان یا کوئی مخلوق بھی رحمان نہیں ہو سکتی جبکہ رحیم انسان بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال رسول اکرم ﷺ کے لیے بھی قرآن میں ہوا ہے اور صحابہ کے لیے بھی۔ اور رحیم کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی بعض کے نزدیک "دنیا اور آخرت میں اپنے نیک بندوں پر رحم کرنے والا" ہے۔ لیکن اس تعریف میں اتنا حصر مناسب نہیں کیونکہ اللہ تعالی ہر مجبور و بے کس کی پکار سنتا ہے اور اس پر رحم فرما کر اس کی تکالیف کا ازالہ کرتا ہے خواہ یہ پکارنے والا مومن ہو یا کافر و مشرک۔ ارشاد باری ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (سورۃ الفاتحہ)

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔[3]

(2) مترادفات القرآن صفحہ 818 تا 819

(3) مترادفات القرآن صفحہ 828 تا 829

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے

حمد:

کسی کے اوصاف حمیدہ اور فضائل بیان کرنا بشرطیکہ وہ افعال اختیاری ہوں۔ مثلاً کوئی شخص سخاوت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل اختیاری ہے۔ اس پر جو تعریف کی جائے گی وہ حمد ہو گی اور اگر اضطراری ہوں مثلاً کوئی شخص دراز قامت یا خوش شکل یا عالی نسب ہے تو اس میں اس کا اپنا کچھ عمل دخل نہیں ہے۔ تو ان اوصاف پر اگر اس کی تعریف کی جائے تو یہ مدح کہلائے گی۔ اور اس کی ضد ذمّ ہے۔ یعنی ایسے عیوب کا بیان جو کسی شخص میں موجود ہوں۔ خواہ وہ اختیاری ہو یا اضطراری۔ گویا حمد کا لفظ مدح سے خاص ہے۔ مدح ہر اختیاری اور اضطراری خوبی پر ہو سکتی ہے لیکن حمد کا اطلاق افعال اختیاری پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(سورۃ آل عمران آیت 188)

جو لوگ اپنے کئے ہوئے کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور وہ کام جو کرتے نہیں ان کیلئے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھٹکارا پائیں گے۔ اور انہیں درد دینے والا عذاب ہو گا۔

اور اللہ کے لیے مدح کا لفظ ناموزوں ہے۔ کیونکہ اللہ کے سب افعال پسندیدہ بھی ہیں اور اختیاری بھی۔ اسی لیے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الفاتحہ آیت 1)

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

اور مدح کا لفظ قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔[4]

رب:

ربّ مصدر ہے جس کے معنی کسی کو پرورش کر کے بتدریج حد کمال تک پہنچانا اور اس کی پوری ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے (مف)۔ یہ لفظ عموماً بطور اسم فاعل استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الفاتحہ آیت 2)

(4) مترادفات القرآن صفحہ 347

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے

ربوبیت کی صفت اللہ ہی کو سزاوار ہے۔اور الرّب صرف اللہ تعالٰی ہی ہے۔تاہم لفظ ربّ کی نسبت آقا اور مالک کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔اور اس صورت میں اس کا مصدر ربوبیۃ نہیں بلکہ ربابیت آئے گا(مف)قرآن میں ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (سورۃ یوسف آیت 41)

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک (کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ) اپنے مربّی (یعنی بادشاہ) کو شراب پلایا کرے گا

اسی طرح ربّ کی جمع آنے کی بھی کوئی تک نہیں لیکن چونکہ کفار نے کئی رب بنا لیے تھے اس لیے قرآن نے اس کی جمع ارباب استعمال کی ہے۔ارشاد باری ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۃ یوسف آیت 39)

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! (بتاؤ) کیا الگ الگ بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔[5]

العالمین

عالمین عالم کی جمع ہے۔اس کا مادہ ع ل م ہے۔اس کی مختصر ترین تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

العالم اسم لما يعلم به

عالم وہ اسم ہے جس سے کسی چیز کو جانا اور پہچانا جائے۔[6]

(5) مترادفات القرآن صفحہ 280

(6) ابو مسعود، ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، 13:1

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ

بڑامہربان نہایت رحم والا

اوپر بیان گزر چکا ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ

انصاف کے دن کا مالک

مالک:

ملک ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قبضہ میں ہو اور کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو (مف) اور **مالک** بمعنی کسی چیز پر قابض اور مختار، متصرف۔ارشاد باری ہے:

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (سورۃالفاتحہ آیت 3)

انصاف کے دن کا حاکم۔[7]

یوم الدین:

وہ دن یا دور جس میں ہر ایک کو اس کے اچھے یا برے اعمال کی سزا و جزا دی جائے گی، روز مکانات، اعمال کا بدلہ ملنے کا دن، قیامت۔قرآن میں ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (سورۃالفاتحہ آیت 4)

روزِ جزا کا مالک ہے۔[8]

(7) مترادفات القرآن صفحہ 781
(8) مترادفات القرآن صفحہ 686

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ

اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

نعبد:

عبادت کا لفظ عبد سے ہے۔ عبادت اللہ تعالی کی محبت کے ساتھ اس کی فرمانبرداری کرنے کا نام ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عبادت ایک جامع لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام پسندیدہ و محبوب ظاہری و باطنی اقوال وافعال کو شامل ہے، چنانچہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، سچائی، امانت کی ادائیگی، والدین سے حسن سلوک، رشتہ داروں سے نیکی، ایفائے عہد، نیکی کا حکم، برائی سے روکنا، کفار و منافقین سے جہاد، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور زیر دست انسانوں اور جانوروں کے ساتھ بھلائی، نیز دعا، ذکر، قرأت وغیرہ سب عبادات ہیں، اسی طرح اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، اللہ کا ڈر، اس کی طرف رجوع، خالص اسی کی عبادت، اس کے حکم پر ڈٹ جانا، اس کی نعمتوں پر شکرادا کرنا، اس کی قضاء وقدر پر راضی ہونا، اس پر توکل کرنا، اس کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف وغیرہ عبادات ہیں۔"[9]

اِس جامع تعریف سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عبادت صرف چند شعائر ہی کا نام نہیں ہے مثلاً نماز، روزہ اور حج وغیرہ۔ بلکہ ہر وہ عمل جو اللہ کی منشا کے مطابق ہو، اُس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہو اور اس کا تقرب حاصل ہوتا ہو وہ 'عبادت' ہے۔

نستعین

عون بمعنی مددگار (مف) اور **اعان** بمعنی کسی کا ہاتھ بٹانا، ساتھ دینا اور **تعاون** بمعنی ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا اور ساتھ دینا۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا (سورۃ الکھف آیت 95)

---

(9) العبودیۃ: 8

ذوالقرنین نے کہاکہ خرچ کاجو مقدور اللہ نے مجھے بخشاہے وہ بہت اچھاہے۔ تم مجھے قوت بازو سے مدددو۔ میں تمہارے اور انکے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنا دوں گا۔

اور **استعان** بمعنی کسی سے مدد اور تعاون طلب کرنا۔ قرآن میں ہے:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (سورۃالفاتحہ آیت4)

اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔[10]

(10)مترادفات القرآن صفحہ 797

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ

ہم کو سیدھے رستے چلا

اھدنا

ھدی بمعنی لطف و کرم کے ساتھ کسی سے رہنمائی کرنا، بھلائی کا راستہ دکھانا(مف)اور اس کی ضد ضلّ اور اضلّ ہے۔ بمعنی کسی کو راہ بھلادینا، یا اس سے بہکادینا، بھلائی کی راہ کو گم کردینا یا او جھل کردینا(ھدایت ضد ضلالت)ھدایت کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے۔

1: فطری رہنمائی جو اللہ نے ہر چیز میں ودیعت کررکھی ہے۔ جیسے بچے کا پیدا ہوتے ہیں ماں کے پستانوں کی طرف لپکنا۔ارشاد باری ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيۡۤ اَعۡطٰى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (سورۃ طٰہٰ آیت 50)

کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکی شکل وصورت بخشی پھر راہ دکھائی۔

2:انسان کے ذہن کا رخ ضلالت سے ہدایت کی طرف یا کفر سے اسلام کی طرف یا نافرمانی سے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی طرف موڑنا۔ یہ کام گو انبیاو رسل اور دوسرے لوگوں کی وساطت سے ہوتا ہے مگر اس رخ کو موڑنا صرف اللہ تعالی کے اختیار میں ہے۔ارشاد باری ہے:

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ (سورۃالقصص آیت 56)

اے نبی تم جسکو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

3: جو لوگ خدا کی فرمانبرداری یا اسلام کی طرف آجائیں انہیں سیدھی راہ دکھلانا اور راہ راست پر چلاتے جانا۔ یہ اصل ذمہ داری تو انبیا و رسل کی ہوتی ہے پھر دوسرے مسلمان بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں(تاہم یہ کام بھی اللہ تعالی کی مشیت کے تحت ہی ہوتا ہے)جیسا کہ فرمایا:

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡظُرُ اِلَيۡكَ‌ ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ وَلَوۡ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ (سورۃ یونس آیت 43)

اور بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم اندھوں کو رستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے بھالتے نہ ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سورۃ شوری آیت 52)

اور بیشک اے نبی تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔ (11)

صراط

صراط لمبی اور تیز دھار تلوار کو کہتے ہیں (منجد) اور وہ راستہ جو جہنم کو عبور کرنے کے لیے بنایا جائے گا جسے عام طور پر پل صراط کہ جاتا ہے۔ اس کی بھی یہی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو گا۔ گویا صراط وہ راستہ ہے جسے انتہائی حزم و احتیاط سے طے کرنا پڑے۔ اور جس کے ارد گرد بہت خطرات ہوں۔ اس انتہائی حزم و احتیاط سے راستہ طے کرنے کا نام تقوی ہے۔

صراط کا یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ معنوی صورت میں اس کا مفہوم بالعموم ہدایت کا راستہ ہوتا ہے۔ اور ابو ہلال کے نزدیک صراط سہل راستہ کو کہتے ہیں (فق ل 246) واللہ اعلم۔ ارشاد باری ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (سورۃ الفاتحہ آیت 5)

ہم کو سیدھے رستے چلا۔

اور مادی طور پر استعمال کی مثال یہ ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (سورۃ الاعراف آیت 86)

اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو۔ (12)

مستقیم

قام علی الامر بمعنی کسی بات پر قائم اور برقرار رہنا۔ اور اقام الشئ بمعنی کسی چیز کو کھڑا کرنا اور سیدھا کرنا۔ اور مستقیم وہ چیز ہے جو سیدھی ہو اور متوازن و معتدل بھی۔ ارشاد باری ہے:

وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت 35)

(11) مترادفات القرآن صفحہ 883

(12) مترادفات القرآن صفحہ 535

اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا ابھرا کرو اور جب تول کر دو۔ تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔

کیونکہ اگر ترازو کی ڈنڈی جو پہلے ہی سیدھی ہوتی ہے اگر افقی لائن میں متوازی نہ رہے گی تو تول بھی متوازن نہ رہے گا حالانکہ ڈنڈی تو بہر حال سیدھی ہی ہوتی اور رہتی ہے خواہ ایک پلڑا نیچے جھکا ہوا ہو۔ گویا یہاں سیدھی سے مراد افقی سمت میں سیدھی ہے یعنی وہ متوازی بھی رہے۔اور علم جیومیٹری کی رو سے دو نقاط یا دو مقامات کے درمیاں کم سے کم فاصلہ کو خط مستقیم کہتے ہیں۔

گویا **صراط مستقیم** وہ راستہ ہے جو سیدھا ہو اور اس میں کسی طرح کی جھول، لچک اور ڈھلک بھی نہ ہو یعنی افراط و تفریط سے پاک ہو۔

قرآن میں ہمیں یہ دعا سکھلائی گئی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (سورۃالفاتحہ آیت 5)

ہم کو سیدھے رستے چلا۔[13]

(13)مترادفات القرآن صفحہ 599

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ان لوگوں کے رستے جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے

انعم

نعمت بمعنی احسان، نوازش، مہربانی، فضل (منجد) ایسی نوازش جو دوسرے پر کی جائے (فق ل 158) (جمع نعم اور انعم) نعمۃ اسم جنس ہے اور اس لفظ کا اطلاق ہر طرح کی نعمت پر چھوٹی ہو یا بڑی، تھوڑی ہو یا زیادہ سب پر یکساں ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ آل عمران آیت 171)

اور اللہ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔[14]

انعم بمعنی احسان کرنا، انعام کرنا۔ یہ لفظ غیر انسان کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ انعم علی فرسہ کبھی نہیں آئے گا (م ق) اور نہ ہی اپنی ذات کے لیے استعمال ہو سکتا ہے (فق ل 158) ارشاد باری ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورۃ الفاتحہ)

ہم کو سیدھے رستے چلا۔ ان لوگوں کے رستے جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا۔

اور نعّم بمعنی کسی کو نعمت سے نوازنا۔ جیسے فرمایا:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ (سورۃ الفجر آیت 15)

مگر انسان عجیب مخلوق ہے کہ جب اس کا پروردگار اسکو آزماتا ہے کہ اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔[15]

مغضوب

اس کا مادہ غضب سے ہے۔ صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک یہ لفظ عام ہے جو ہر طرح کے غصہ پر بولا جاتا ہے (ف ل 169) لیکن یہ تعریف صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ رسول اکرم ﷺ نے جو غضب کی تعریف فرمائی وہ یوں ہے:

(14) مترادفات القرآن صفحہ 852

(15) مترادفات القرآن صفحہ 853

اتقوا من الغضب فانّت جمرۃ توقد فی قلب ابن آدم الم تروا الی انتفاخ اوداجہ و جمرۃ عینیہ

غضب سے بچو کہ وہ آگ کی چنگاری ہے جو ابن آدم کے دل میں جلتی ہے تم دیکھتے نہیں کہ ایسے شخص کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان مغلوب الغضب ہو کر انتقام پر اتر آتا ہے۔اور ابن الفارس نے اس کے معنی **اشد السخط** بمعنی انتہائی ناراضگی (م ل) کیا ہے۔اور صاحب منجد نے **غضب** کے معنی بغض رکھنا، غضبناک ہونا لکھا ہے (منجد) اور بمعنی **ارادۃ الضّر للمغضوب علیہ**۔اور **غضب** ہمیشہ دوسرے پر آتا ہے یعنی چھوٹے کا بڑے پر بھی ہو سکتا ہے اور بڑے کا چھوٹے پر بھی (فق ل106)۔ارشاد باری ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى (سورۃ طٰہٰ آیت 81)

(اور تم سے فرمایا:)ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جن کی ہم نے تمہیں روزی دی ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب واجب ہو جائے گا، اور جس پر میرا غضب واجب ہو گیا سو وہ واقعی ہلاک ہو گیا۔[16]

الضآلین

اس کا مادہ ض ل ل سے ہے۔ ضلّ کے معنی کسی چیز کا ضائع ہو کر کسی دوسرے حق میں چلا جاتا ہے (م ل) یعنی جس مقصد کے لیے کوئی کام کیا جائے وہ نتیجہ برآمد نہ ہونا۔یا راہ راست سے ہٹ جانا۔قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (سورۃ الکہف آیت 104)

یہ وہ لوگ ہیں جنکی دوڑ دھوپ دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی۔اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

نیز فرمایا:

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (سورۃ الفیل آیت 2)

کیا اس نے ان کا داؤں غلط نہیں کیا؟

اور یہ بے راہ روی قصداً بھی ہو سکتی ہے اور اضطراراً بھی۔اگر اضطراراً یعنی ترک ضبط وجہ ہو تو اس کے معنی بھولنا ہوں گے یعنی کسی بات یا واقعہ یا اس کا کچھ حصہ بھول جانا۔ارشاد باری ہے:

(16) مترادفات القرآن صفحہ 652تا653

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (سورۃ البقرۃ آیت 282)

اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو کافی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔

اس لحاظ سے ضلال یا ضلالۃ کی ضد حق بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (سورۃ یونس آیت 32)

یہی اللہ تو تمہارا حقیقی پروردگار ہے اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟ تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟

اور ھدایت بھی جیسے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ الضحیٰ آیت 7)

اور تمہیں رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔[17]

(17) مترادفات القرآن صفحہ 235تا236